امام رضا علیہ السلام

سے

۱۰ کہانیاں

﴿بچوں کے لیے﴾

تالیف : مژگان شیخی

مترجم : سید اشتیاق حسین کاظمی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

آدھا کھایا ہوا سیب.. ۴

ایک نیا درس ۶

واقف اجنبی.. ۸

عبد اللہ کا قرض.. ۱۴

شکاری اور ہرن.. ۱۸

بادام کا درخت ۲۱

بارش کے لئے نماز ۲۶

یاد گار قمیض..۲۹

مدینہ کے مسافر ۳۳

آدھا کھایا ہوا سیب

شہر کی اطراف میں پھلوں کے باغات تھے۔ باغات سیب اور ناشپاتی کے درختوں سے بھرے ہوئے تھے۔

سیب پک چکے تھے۔ اکثر باغات میں مزدور سیب چُن رہے تھے اور ٹوکریوں میں ڈال رہے تھے۔

ایک جوان یونس بھی دوسروں کی طرح کام کرنے میں مصروف تھا۔ درخت کے ساتھ سیڑھی لگائی ہوئی تھی۔ سیڑھی پر چڑھ کر سیب توڑ رہا تھا' سیٹی لگا رہا تھا اور آوازیں نکال رہا تھا۔ کبھی مزدوروں سے مذاق کر رہا تھا اور ہنس رہا تھا۔ اس کے ساتھ والے درخت پر یونس کا دوست سیب توڑنے میں مصروف تھا۔ یونس نے ایک بڑی شاخ پر بیٹھ کر کہا : کتنی پیاری ہوا چل رہی ہے۔ صبح سے لے کر ابھی تک مسلسل کام کر رہا ہوں۔ آئیں اور کچھ دیر بیٹھ کر تھکاوٹ دور کریں۔

اور اس کے بعد ایک کوا دیکھا جو ایک درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی طرف دیکھا اور کہا : اس کوے کو دیکھو ! صبح سے رات تک ادھر اُدھر پھیر رہا ہے اور کوئی کام بھی نہیں کر رہا۔ پھر بھی خدا اسے رزق دے رہا ہے۔ لیکن ہم انسان ہمیشہ کام کریں۔

یونس کا دوست سیبوں کے لئے دوسری ٹوکری لانے جا رہا تھا ہنسا اور کہا : یونس تم بھی عجیب باتیں کر رہے ہو ! خود کو کوے سے تشبیہ دے رہے ہو؟ نہیں جانتے ہو گرمیوں میں کاں کاں کرتا ہے اور دانے کی تلاش میں پھیرتا ہے ! جاؤ اپنا کام کرو اور خدا کا شکر کرو کہ کوا نہیں ہو۔ یونس شاخ پر بیٹھا ہوا تھا اور پاؤں ہلا رہا تھا۔

ایک موٹا اور تازہ سیب توڑا' تھوڑا سا کھا کر نیچے پھینک دیا۔ یونس کے دوست نے درخت کے پاس ایک اور ٹوکری رکھی۔ یونس کے آدھے کھائے ہوئے سیب پر نگاہ کی اور کہا : یونس ! یہ کیا کام کیا تم نے؟ پورا کیوں نہیں کھایا؟ اس میں کیڑا تو نہیں تھا ! لگتا تو سالم ہے۔ اس درخت کے سیبوں میں کیڑا تو نہیں ہے ! جتنے سیب کھانے ہیں کھاؤ۔

یونس ہنسااور کہا: ابھی تک کافی کھاچکا ہوں' اور ضروری نہیں ہے کہ ختم کروں اور پورا کھاؤں اتنا سخت بھی نہ لیں! یونس کے دوست نے کہا: ٹھیک ہے یہاں سیب زیادہ ہیں'لیکن بہتر تو یہ تھا پورا سیب کھاتے' سیب سیب ہے اور کیا!

یونس نے اپنے دوست کی بات کی پرواہ نہ کی۔ دوبارہ کام میں مصروف ہو گیااور کہا: یہ کیا بات کر رہے ہو؟ اتنے زیادہ سیب! اگر کچھ کھا کر پھینک دوں تو کیا فرق پڑے گا؟ اتفاق سے اُس دن امام رضا بھی باغ میں موجود تھے جس وقت کام کرنے والوں نے امام کو دیکھا' سب نے انہیں سلام کیا' اور امام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ یونس نے بھی بلند آواز سے امام کو سلام کیا۔امام جس اُس کے درخت کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے' وہ سیب جو آدھے کھائے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھااور فرمایا: اتنے سارے آدھے کھائے ہوئے سیب!

یہ سیب اس طرح کس نے کھائے ہیں؟

سب خاموش تھے'آخر کار یونس نے شرمساری سے کہا: میں نے۔۔۔

امام نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا: جانتے ہو بیٹا تمہارا یہ کام اسراف ہے؟ اپنے اس کام سے خدا کی نعمتوں سے غافل ہو رہے ہو۔ یہ بھی جانتے ہو کہ خداوند اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا؟ یونس نے شرم کے مارے سر نیچے کیا ہوا تھا' یونس نے شرمساری سے کہا: آپ نے صحیح فرمایا' مجھے معاف کرنا۔

امام نے اور کچھ نہ کہااور اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ یونس کا دوست اسے دیکھ رہا تھا'یونس یہ بات سمجھ گیا کہ اسکا اسے یہی کہنا چاہتا ہے کہ: دیکھا میں نے تم سے نہیں کہا تھا! یونس کا دوست خاموش تھا'لیکن یونس نے کہا: ٹھیک ہے تم نے صحیح کہا تھا مجھ سے غلطی ہوئی ہے'ابھی میری سمجھ میں آیا کہ امام نے درست فرمایا ہے'اس شہر میں کتنے سارے فقراء رہتے ہیں'اور میں اس طرح سے سیبوں کو ضائع کر رہا ہوں اس کے بعد اس نے پوری کوشش سے سرخ اور بڑے بڑے سیب توڑنا شروع کر دیے۔

ایک نیا درس

امام کا روزانہ کا کام ختم ہو چکا تھا اور گھر جانا چاہ رہے تھے

اس دن امام کو کلاس بھی پڑھانی تھی ' اور اس کے بعد اپنے پرانے دوست کی عیادت کے لیے گئے ہوئے تھے اور سلیمان بھی ان کے ساتھ تھا ' اور جس وقت گھر واپس آ رہے تھے ' شہر کے بازار میں پہنچے۔

بازار میں بھیڑ تھی ' جو بھی امام کو دیکھ رہا تھا خوشی سے امام کی طرف آ رہا تھا اور امام کو سلام کر رہا تھا اور احوال پرسی ہو رہی تھی۔ امام اس دن بہت تھکے ہوئے تھے ' لیکن ہمیشہ کی طرح مہربان اور خوش رو تھے۔ کبھی ٹھہر جاتے اور ہر ایک سے باتیں کرتے۔

بازار سے گذر کر ایک چوک پر پہنچے ' سلیمان امام سے خدا حافظی کر کے جانا چاہ رہا تھا کہ امام نے فرمایا : اگر کوئی کام نہیں تو میرے ساتھ آ جاؤ اکٹھے گھر چلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔

سلیمان کا جی چاہ رہا تھا کہ دن رات امام کے ساتھ رہے ' اس بات بہت خوش ہوا ' لیکن کہا : بہت مہربانی ! آپ تو جانتے ہیں کہ میں ہمیشہ آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں ' لیکن خوف اس بات کا ہے کہ آپ کو زحمت نہ ہو ' امام مسکرائے اور فرمایا : کونسی زحمت ! ان باتوں کو چھوڑو آؤ چلیں۔

دونوں گھر کی طرف روانہ ہوئے ' جس وقت امام گھر کے صحن میں داخل ہوئے ' مزدور کو کام کرتے ہوئے دیکھا '

مزدور کالے رنگ کا اور قد آور تھا ' وہ باہر کی دیوار بنا رہا تھا۔

امام نے دور سے اس شخص کی طرف دیکھا اور فرمایا : سلام خدا تکلیف نہ دے برادر محترم !

اور اس کے بعد اہستہ سے اپنے غلام سے پوچھا : یہ شخص کون ہے؟ غلام نے کہا : اسے دیوار کی تعمیر کے لئے لائے ہیں، بہت اچھا کام کرنے والا ہے۔ کام کرنے والا امام کو دیکھنے سے بہت خوش ہو چکا تھا اور شوق و ذوق سے کام کر رہا تھا۔ وہ دیوار کا پچھلا حصّہ تعمیر کر چکا تھا ابھی سامنے والی دیوار تعمیر کرنے میں مصروف تھا۔

امام نے فرمایا : بہت اچھا کام کیا ہے، آیا کام شروع کرنے سے پہلے اس کی مزدوری مقرر کی ہے ؟

غلام نے کہا نہیں، لیکن اسے راضی کر لیں گے، آپ بے فکر ہو جائیں۔ کام ختم ہونے کے بعد اسے مزدوری دے دیں گے۔ امام یہ سن کر ناراض ہوئے۔ امام نے مایوس ہو کر فرمایا : لیکن یہ کام ٹھیک نہیں ہے، مگر میں نے تم نہیں کہا کہ کام شروع ہونے سے پہلے مزدور کی مزدوری طے کریں۔

غلام نے سر جھکا دیا اور کچھ نہ کہا، اُسے امام کی باتیں بھول چکی تھیں۔ کچھ ماہ پہلے وہ چھت کی تعمیر کے لئے مزدور لائے تھے، اسے کام سے پہلے مزدوری کا طے کرنا بھول چکا تھا، یہ موضوع بھی امام پہلے بیان کر چکے تھے، سلیمان امام کی باتیں سن رہا تھا۔ اس دن بھی وہ ہمیشہ کی طرح امام کی باتوں سے بہت اچھا درس لے چکا تھا۔ امام نے گفتگو کو جاری کرتے ہوئے فرمایا : اگر مزدور کی مزدوری پہلے سے طے نہ ہو تو ممکن ہے کہ کام کے ختم ہونے کے بعد وہ یہ خیال کرے کہ اسے مزدوری کم دی گئی ہے، اگر پہلے سے طے ہو اور طے شدہ رقم دی جائے تو خوش ہو جائے گا اور تم سے بھی راضی ہے اگر زیادہ دو گے تو اسکو تمہارا لطف اور احسان سمجھے گا۔

امام اپنے غلام کی سرزنش کر رہے تھے، غلام نے خود سے کہا : یہ کام صحیح اور بہترین ہے۔ معلوم نہیں میں دوبارہ کیوں امام کے کلمات بھول گیا۔

واقف اجنبی

امام رضا کے سوال و جواب کا جلسہ تھا۔ جلسہ میں کافی لوگ موجود تھے۔

جس کی جو بھی مشکل تھی وہ بیان کر رہا تھا اور امام جواب دے رہے تھے۔ کچھ مدت بعد ایک لمبا قد اور سبز رنگ کا شخص دروازہ سے داخل ہوا ' سلام کیا اور آس پاس نگاہ کی۔ ایک شخص کو مجلس کی صدارت کرتے ہوئے دیکھا جو گفتگو میں مصروف تھا۔ وہ جان گیا کہ یہی امام رضا ہیں 'آہستہ سے جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔

وہ شخص امام رضا سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اور اس کی بات سنے۔ کئی بار بات کرنے کا ارادہ کیا 'لیکن بات نہ کر سکا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر خود سے کہا : اور کوئی چارہ نہیں بات کرنی چاہیے ' میں اس شہر میں تنہا اور پردیسی ہوں 'امام سے اور کون بہتر ہو سکتا ہے ؟ اگر ان سے نہ کہوں 'تو کس سے کہوں ؟

اس نے صبر کیا امام نے کسی اور کے سوال کا جواب دیا 'اس وقت تھوڑا سا آگے ہو کر آہستہ سے کہا : اگر آپ کے پاس ٹائم ہو تو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

امام نے بڑی محبت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور فرمایا : میرے خیال میں تم اس شہر میں پردیسی ہو ' کہو کیا کہنا چاہتے ہو برادر ! شخص نے آہستہ سے کہا : میرا نام عبید ہے۔

آپ کا ارادتمند اور آپکے والد بزرگوار کو دوست رکھنے والا ہوں اور حج سے واپس آ رہا ہوں۔ یہاں تک سفر اچھا گذر گیا لیکن خراسان کے قریب کچھ ڈاکوں نے حملہ کیا اور جو کچھ بھی میرے پاس تھا سارے کا سارا لے گئے۔

عبید نے افسوس کرتے ہوئے کہا : مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آپنی مشکل کس کے سامنے بیان کروں۔

'آخر کار میں نے یہی سوچا کہ آپ کے پاس آؤں جو مناسب سمجھیں میری مدد کریں تا کہ میں اپنے شہر پہنچ سکوں۔

میں فقیر نہیں بلکہ اپنے شہر کا مالدار ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کر رہا ہوں جو نہی پہنچا تو جتنی میری مدد کی میں بھی اپنے شہر کے فقراء کی مدد کرونگا۔

امام عبید کی باتیں سُن رہے تھے۔ عبید نے سر نیچے کیا ہوا تھا' اور وہ امام کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔

یہ کہنے سے وہ شرمسار ہو رہا تھا' امام نے نہایت ہی مہربانی سے فرمایا: اے برادر پریشان نہ ہوں۔ یہاں آئے بہت اچھا کام کیا۔ جلسہ ختم ہونے تک انتظار کرو۔

عبید نے اور کچھ نہ کہا وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ امام کے سوال اور جواب سُن رہا تھا۔ آخر کار جلسہ ختم ہو گیا اور آہستہ آہستہ سب اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور امام سے خداحافظی کر کے جانے لگے۔ فقط امام کے دو قریبی ساتھی اور عبید باقی رہے۔

امام نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: مجھے دوسرے کمرے میں جانے کی اجازت ہے؟ امام کے ایک دوست نے احترام سے کہا: آپ اختیار رکھتے ہیں! ہماری اجازت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

امام اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے اور عبید خاموشی سے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ منٹ بعد امام نے اندر سے عبید کو آواز دی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور تعجب کے ساتھ کمرے کی طرف روانہ ہوا۔ امام نے خود کو ظاہر نہ کیا اور دروازہ کے اوپر سے ایک چھوٹی سی تھیلی عبید کو پکڑا دی اور آہستہ سے فرمایا: یہ دو سو درہم لے لو اور اپنے شہر واپس چلے جاؤ۔ جس وقت پہنچ جاؤ تو اس مقدار میں صدقہ دینا ضروری نہیں ہے۔ میں نے یہ رقم تمہیں بخش دی ہے۔ ابھی چلے جاؤ خدا تمہارا محافظ ہو۔

عبید نے امام کا شکریہ ادا کیا۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا تاکہ صبح سویرے اپنے شہر کی طرف روانہ ہو جائے۔

امام کے ایک دوست نے یہ سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ امام کی طرف دیکھ کر کہا: قربان ہو جاؤں آپ نے اُس اجنبی شخص

پر بہت زیادہ لطف و کرم کیا ہے۔ لیکن رقم دیتے وقت خود کو ظاہر کیوں نہیں کیا؟

امام نے فرمایا: میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ شخص مجھے دیکھے اور شرمندہ ہو۔ مگر یہ نہیں سُنا کہ خداوند نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا: جو کسی سے چھپا کر نیکی کرے گا تو خدا اسے ستر حج کے برابر ثواب عطا کرے گا۔

عبید کاروان کی طرف جارہا تھااور اس سوچ میں تھا کہ اس دن امام سے زیادہ کسی کو مہربان نہیں دیکھا۔

چڑیا کیا کہہ رہی تھی؟

گرمیوں کا موسم تھا اور پھل پک چکے تھے۔ چڑیاں درختوں پر ادھر اُدھر اڑ رہیں تھیں۔ چوں چوں کر رہی تھیں اور پھلوں پر چونچیں مار رہیں تھیں۔ امام رضا اور سلیمان درختوں کے درمیان چل قدمی کر رہے تھے۔

اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

سلیمان امام کے قریبی دوستوں میں سے تھا اس نے درخت کی ٹہنی کو آگے سے ہٹایا اور کہا: آج بہت گرمی ہے اور ہوا بھی نہیں چل رہی۔ اس کے بعد اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا: درخت چڑیوں کے گھونسلوں سے بھرے ہوئے ہیں

ان میں سے بہت ساری انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہیں بیچاری گرمی سے مر جائیں گی۔

ان میں سے ایک چڑیا مسلسل امام کے سر کے اوپر پرواز کر رہی تھی جہاں بھی امام جا رہے تھے وہ امام کے سر کے اوپر تھی اور چوں چوں کر رہی تھی۔ اچانک امام روک گئے چڑیا بھی امام کے سامنے درخت کی ٹہنی پر بیٹھ گئی۔ وہ پھر بھی چوں چوں کر رہی تھی اور بڑی تیزی سے چوں چوں کر رہی تھی۔ سلیمان نے امام کی طرف دیکھا اور کہا: بڑی عجیب بات ہے یہ چڑیا کیا چاہتی ہے؟ کیوں اتنی چوں چوں کر رہی ہے اور آپ سے دور بھی نہیں ہوتی!

اور وہ وہاں سے چڑیا کو دور کرنا چاہ رہا تھا۔ امام نے فرمایا: سلیمان نہ کرو صبر کرو! اسے اپنے حال پر چھوڑ دو، ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے حتماً اس کی کوئی نہ کوئی مشکل ہے۔ یہ ہم سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔

سلیمان نے کوئی سوال نہ کیا اور امام کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ چڑیا آگے پرواز کر رہی تھی اور انہیں راہ دیکھانا چاہ رہی تھی۔ وہ پھلوں کے درختوں کے درمیان سے گذر رہے تھے۔ سلیمان اتنا تیز دوڑ رہا تھا کہ کئی مرتبہ گرنے کے قریب تھا۔ بالاخر باغ کے ایک کونہ میں جا پہنچے۔ وہاں پر ایک چھوٹا سا چبوترا تھا اور چبوترے کے ساتھ ایک سیب کا

درخت تھا۔ چڑیا نے اس درخت پر گھونسلا بنایا ہوا تھا اور چڑیوں کے بچے اس گھونسلے میں تھے اور ڈر کے مارے چوں چوں کر رہے تھے۔ اور چڑیاں بھی اُس درخت پر جمع ہو چکی تھیں اور شور و غل مچا رکھا تھا۔

مدت سے ایک سیاہ رنگ کے سانپ نے درخت کے نیچے رہائش رکھی ہوئی تھی اور وہ درخت پر چڑھ رہا تھا۔

جونہی سلیمان نے سانپ دیکھا فوراً زمین سے ایک ڈنڈا اُٹھایا اور جلدی سے چبوترے پر چڑھ گیا اور وہاں سے سانپ پر وار کیا۔ سانپ یہ دیکھ کر بل کھاتا ہوا درخت سے نیچے اترا اور وہاں سے دور ہو گیا۔

چڑیا بغیر کسی خوف کے اپنے بچوں کے پاس آگئی اور خوشی سے چوں چوں کر رہی تھی۔ دوسری چڑیاں بھی اسی طرح سے، امام چبوترے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے اور چڑیوں اور ان کے بچوں کو دیکھ رہے تھے۔

سلیمان بھی امام کے پاس بیٹھ گیا کچھ آرام کیا اور کہا: خدایا تیرا شکر!

اور اس کے بعد امام سے مخاطب ہوا اور پوچھا: آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟

امام مسکرائے اور فرمایا: میں زمین پر خدا کا نمائندہ ہوں۔ سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا: جی جی بلکل ٹھیک ہے۔

امام، روانہ ہوئے اور سلیمان بھی امام کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور اسے چڑیا اور اس کے بچوں کا خیال تھا۔

عبداللہ کا قرض

عبداللہ نے عصر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھی۔ مسجد کی ایک طرف جا کر بیٹھ گیا۔

زانو پر سر رکھ کر فکر کرنے لگا اور خود سے کہا: سمجھ نہیں آ رہی کہ طیس کے ساتھ کیا کروں؟

ابھی تو اس کا قرض واپس نہیں کر سکتا۔ وہ مجھے مہلت بھی نہیں دیتا!

کچھ دن پہلے عبداللہ نے طبس نامی شخص سے قرض لیا تھا۔ اُس کا کام کاج بھی رُکا ہوا تھا اور اس پوزیشن میں وہ رقم بھی واپس نہیں کر سکتا تھا۔

اُسے کچھ دن پہلے کی بات یاد آ گئی۔ طیس اس کے گھر پر آیا تھا اور رقم طلب کی تھی۔ جس وقت عبداللہ نے مہلت مانگی، فریاد بلند کی اور ہمسائیوں کے سامنے اس کی بے عزتی کی۔ ہمسائیوں نے بھی ادھر اور اُدھر کی باتیں بتا کر اُسے اور بھی غصہ کر دیا۔ عبداللہ اسی فکر میں تھا کہ جیسا بھی ہو ایک دو دن میں اس کی رقم واپس کر دے۔

کیونکہ وہ دوبارہ اس کے گھر آ کر اس کی بے عزتی کرے گا۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا: مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کروں؟ کس کے پاس جاؤں؟

کاش کہ کوئی مل جاتا اور مجھے رقم قرض دیتا، لیکن شرمندہ بھی نہ کرتا۔ لوگ آ رہے تھے نماز پڑھ رہے تھے اور جا رہے تھے۔ وہ مسجد میں بیٹھ کر اسی سوچ میں مبتلا تھا۔ اُس نے اپنا سر ہلایا اور کہا: ہاں سمجھ آ گئی یہی کام کرتا ہوں

امام سے بہتر کوئی نہیں، مجھے ابھی اُن کے پاس جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر اُٹھا اور مسجد سے باہر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ امام مدینہ سے باہر ایک دیہات میں رہتے ہیں۔

عبداللہ روانہ ہو گیا اور وہ غروب کے وقت امام کے گھر پہنچا۔ امام کے گھر کے قریب پہنچ چکا تھا دور سے امام کو دیکھا امام گھوڑے پر سوار تھے اور اس کی طرف آ رہے تھے۔ وہ اس فکر میں تھا کہ کیا کرے ' امام آہستہ آہستہ اس کے قریب سے قریب تر ہو رہے تھے۔ اور چند قدم کے فاصلہ تک پہنچے ' عبداللہ نے اُونچی آواز سے سلام کیا۔ امام نے نہایت مہربان ہو کر سلام کا جواب دیا۔

امام نے خیریت پوچھی اور فرمایا: میرے خیال میں تم میرے پاس آنا چاہ رہے تھے۔ کوئی مشکل پیش آئی ہے؟

عبداللہ نے سر جھکایا اور کہا: کیا کہوں میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے جتنا بھی سوچا مجھے کوئی اور راستہ دکھائی نہ دیا مگر یہ کہ اپنی مشکل کو آپ کے سامنے بیان کروں۔ امام نے مہربانی سے فرمایا: کہو عبداللہ کون سی مشکل ہے؟

عبداللہ نے سر اُٹھایا اور کہا: حقیقت چاہتے ہو ' دو ماہ پہلے میں نے کسی سے قرض کے طور پر رقم لی۔ خدا شاہد ہے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں کہ میں قرض ادا کروں۔ اگر کچھ ہوتا تو ادا کر دیتا اور میری جان چھوٹ جاتی۔

اُس سے چند دن مہلت مانگی ' لیکن اس نے ہمسائیوں کے سامنے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور میری بے عزتی کی اور میری زندگی کو سخت کیا ہوا ہے۔ امام گھوڑے سے نیچے اُترے اور عبداللہ کے ساتھ چل قدمی کرنے لگے۔

عبداللہ نے خود سے کہا: خدا کرے کہ امام میرے طلب کار سے کچھ دن کی مہلت حاصل کر لے۔

امام نے مسکراتے ہوئے فرمایا: مجھے گھر میں کچھ کام ہے تم یہاں منتظر رہو میں جلدی سے واپس آتا ہوں۔

امام یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔ عبد اللہ بھی وہاں ایک پتھر پر بیٹھ گیا ۔ اذان ہو چکی تھی اس نے ندی کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی ' کچھ دیر بعد امام بھی واپس آ گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور عبداللہ کو بھی روزہ تھا۔

امام نے اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا: آؤ اکٹھے گھر چلتے ہیں افطار کا وقت ہے۔ امام اور عبداللہ گھر کی طرف چلے گئے ' غلام ان کے لئے افطاری لایا۔ افطار کرنے کے بعد ایک دوسرے سے باتیں کیں۔ لیکن امام نے عبداللہ کے

قرض کے بارے میں بات نہ کی اور عبداللہ کو بھی پوچھتے ہوئے شرم آرہی تھی۔ عبداللہ جانا ہی چاہ رہا تھا کہ امام نے فرمایا: جس گدے پر بیٹھے ہو اسے اُٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہے وہ تمہارا ہے۔

عبداللہ نے گدے کے سرے کو اُٹھایا' پیسوں کی ایک تھیلی دیکھی 'اُس کو اُٹھایا اور خوش ہو گیا۔

امام کا شکریہ ادا کیا اور گھر جانے کو تیار ہوا۔ لیکن امام نے فرمایا: غلام سے کہتا ہوں کہ تمہیں گھوڑے پر گھر چھوڑ کر آئے۔ عبداللہ نے کہا: آپ کے لئے زحمت ہو گی اس سے زیادہ شرمندہ نہ کریں۔ غلام عبداللہ کے ساتھ گیا اور اسے گھر کے قریب چھوڑ کر آیا۔

عبداللہ نے غلام کا شکریہ ادا گیا اور خوشی سے گھر کی طرف چل پڑا چھوٹے کمرے میں داخل ہوا۔ الماری پر رکھا ہوا چراغ جلایا چراغ کے قریب بیٹھ کر تھیلی کھولی۔ اس میں آٹھتالیس دینار تھے تھیلی میں ایک چھوٹا سا خط بھی دیکھا۔

خط نکالا اور کھول کر چراغ کی روشنی پر پڑھنا شروع کیا تو امام نے یہ لکھا تھا کہ آٹھائیس دینار اس شخص کا قرض ہے۔ اسے دیدے اور باقی رقم تمہارے لیے ہے۔

عبداللہ کی آنکھیں تر ہو چکی تھیں دوبارہ خط پڑھا اور بلند آواز سے کہا: لیکن میں نے تو امام سے نہیں کہا تھا کہ طیس کی کتنی رقم ہے! امام کو کیسے پتہ چلا؟

خدایا! یہ شخص کتنا تیرے قریب ہے۔ اے خداوند بزرگ واعلیٰ!

اس کے بعد خدا کا شکر ادا کیا اور امام کے لئے دعا کی۔

شکاری اور ہرن

امام رضا   اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ سے خراسان جارہے تھے۔ سمنان کے قریب پہنچ چکے تھے۔

ظہر کا وقت تھا اور ہوا بھی گرم تھی۔ امام اور ان کے ساتھی گھوڑوں اور اُونٹوں سے نیچے اُترے۔

نماز پڑھی اور دوپہر کا کھانا کھایا۔ سب تھکے ہوئے تھے۔ طے یہ پایا کہ کچھ دیر یہاں پر آرام کریں اُس کے بعد اپنا سفر جاری رکھیں۔ ہر ایک سایہ دار درخت کی تلاش میں تھا تاکہ وہاں پر آرام کرے۔ درختوں کے قریب سے ایک ندی بہہ رہی تھی۔

تھوڑے سے فاصلہ پر ایک کوّا ندی کے کنارے بیٹھ کر پانی پی رہا تھا۔ امام بھی دوسروں کی طرح ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحرا کی طرف دیکھا۔ کبھی دور دراز سے پرندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

امام دور سے صحرا کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ' اچانک ایک حیوان کو دیکھا جو تیزی سے دوڑتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا۔

غور سے دیکھا تو ایک ہرنی پوری طاقت کے ساتھ دوڑتی ہوئی امام کی طرف آرہی تھی۔ آخر کار سانس لیتے ہوئے خود کو امام تک پہنچایا اور ان کے قدموں میں سوگئی۔ امام کے سب دوست ہرنی کے دوڑنے کی آواز سن چکے تھے اور یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ہرنی بہت خوف زدہ تھی اور امام سے دور نہیں ہو رہی تھی۔

وہ بڑی سختی سے سانس لے رہی تھی۔ اس کی حالت سے لگ یہی رہا تھا کہ وہ کافی سفر کر کے آئی ہے۔

اسی دوران دور سے ایک شکاری کو دیکھا کہ وہ بھی تیزی سے دوڑ رہا تھا اور ان کی جانب آرہا تھا۔ شکاری نے ہرنی کو امام کے پاس دیکھا۔ خوشی سے وہاں گیا اور کہا : ابھی گھیرے میں لے لیا۔ اُس وقت تھیلے سے رسی باہر نکالی تاکہ ہرنی کی ٹانگیں باندھ لے، لیکن امام نے ایسا کرنے سے روک لیا۔ ہرنی کو اپنے پاس رکھا اور فرمایا : شکاری صبر کرو۔۔۔

شکاری ایک جوان شخص تھا، تیزی سے کہا: کس چیز کے لیے صبر کروں؟ یہ ہرنی میری ہے۔

سب سے پہلے میں نے دیکھا اور کافی دیر تک گرمی دوڑتا رہا۔ امام نے بڑے آرام سے فرمایا: بہت اچھا، لیکن میں یہ ہرنی تم سے خریدوں گا۔ شکاری نے کہا: نہیں بیچوں گا! امام نے فرمایا: جو اس کی قیمت ہو گی اس سے زیادہ دونگا۔

پھر بھی اُس شخص نے قبول نہ کیا۔ امام نے جتنا بھی کہا اور جو قیمت بھی بیان کی، شکاری نے انکار کیا۔

اُس نے کہا: یہ ہرنی میری ہے اور میں کسی قیمت بھی اسے نہیں بیچوں گا۔ ہرنی بڑی حسرت سے امام کی طرف دیکھ رہی تھی اور امام بھی ہرنی کے دیکھنے کو سمجھ چکے تھے کہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے۔ امام نے فرمایا: تو اس ہرنی کو چھوڑ دو یہ جائے اور میں وعدہ کرتا ہوں واپس آ جائے گی۔

جب تک واپس نہیں آتی میں تمہاری حراست میں ہوں۔

شکاری نے ہنستے ہوئے کہا: بہت عجیب بات ہے، کیا بات کر رہے ہو!

ہرنی جائے گی اور واپس آئی گی؟ میں کئی گھنٹے اس کے پیچھے دوڑتا رہا اور اسے پکڑ نہ سکا۔ ابھی وہ جائے گی اور خود واپس آئے گی؟ ٹھیک ہے، مجھے قبول ہے!

لیکن جب تک ہرنی واپس نہیں آتی کوئی بھی یہاں سے نہیں جائے گا۔

ہرنی کے دو بچے تھے جو اس کی انتظار میں تھے۔ وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد دوبارہ امام کے پاس واپس آ گئی۔

شکاری نے جس وقت دور سے ہرنی کو دیکھا، تعجب کی وجہ سے قریب تھا کہ اس کے سینگھ نکل آئیں۔

اس نے آنکھیں ملنا شروع کیں اور حیرت سے ہرنی کو دیکھنے لگا۔ اُسے یقین بھی نہیں ہو رہا تھا کہ ایک حیوان جائے اور دوبارہ پلٹ کر آئے۔ ابھی اسے معلوم ہوا کہ امام رضا کے علاوہ کوئی اور اس کی حراست میں نہیں ہے۔

جب اسے یہ معلوم ہوا تو اس نے رونا شروع کیا۔

امام کے قدموں میں گر پڑا اور کہا: اے فرزند رسول مجھے معاف کریں میں نے بہت برا کیا! میں خود پرست اور نادان تھا۔ امام نے اسے تسلی دی اور فرمایا: ابھی بہتر یہ ہے کہ ہرنی مجھے بیچ دو یہ رقم لے لو اور ہرنی مجھے دے دو۔

شخص نے شرمساری سے کہا: ہرنی آپ کی ہے اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

لیکن امام زبردستی پیسے پکڑا دیے۔ اور ہرنی بھی بڑے آرام سے اپنے بچوں کے پاس واپس چلی گئی۔

بادام کا درخت

اُس دن نیشاپور کا شہر ہمیشہ کی مانند نہیں تھا۔ حالت تبدیل ہو چکی تھی۔ ریحانہ اور اس کے والدین نیشاپور میں زندگی کر رہے تھے۔ صبح سویرے ریحانہ کی والدہ نے خوشی سے ریحانہ کو بیدار کیا۔ اور کہا : بیدار بھی ہو جاؤ! جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر ناشتا کرو۔

ہمیں چلنا چاہئے لوگ کل رات سے شہر کے دروازہ پر انتظار کر رہے ہیں۔ ریحانہ اور اس کی والدہ جانے کے لیے جلدی سے تیار ہو گئیں۔ گھر سے باہر بوڑھی ہمسائی کو دیکھا جو پانی ڈال رہی تھی اور جاڑو دے رہی تھی۔

ریحانہ کی والدہ نے کہا : بی بی پسندہ سلام ہو ! سلامت رہو ! صبح سویرے جارو دے رہی ہو؟

ہمارے ساتھ نہیں آؤ گی؟ بی بی پسندہ کمر پر ہاتھ رکھ کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس کے منہ میں دانت نہیں تھے اور ہمیشہ سفید چادر سر پر رکھتی تھی اور صاف ستھری رہتی تھی۔ مسکرائی اور کہا : نہیں جاؤں گی نانی! میں اس حالت میں چل نہیں سکتی اور وہاں پر چند گھنٹے انتظار بھی کروں آپ جائیں' خدا حافظ۔ بعد میں دور کی طرف نگاہ کی اس کی آنکھیں چمکیں اور کہا : کل رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ یہاں پر امام کا انتظار کرتی ہوں۔

ریحانہ کی والدہ نے پوچھا : بی بی جان کونسا خواب دیکھا؟ بی بی پسندہ نے فکر کرنے کے بعد کہا : ایک بہت اچھے مہمان کو دیکھا۔۔اس وقت سر پر چادر بنائی اور کہا : ایک خواب ہی تھا مجھے کیا معلوم۔۔ابھی آپ جائیں۔۔۔۔

بعد میں فارغ وقت میں بتاؤں گی۔

ریحانہ کی والدہ کو جلدی تھی کوئی اور سوال نہ کیا۔

ریحانہ اور اس کی والدہ نے بی بی سے خدا حافظ کیا اور شہر کے دروازہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ریحانہ نے چند دن پہلے سنا تھا کہ امام رضا کا نیشاپور آنے کا پروگرام ہے۔ اس کا والد امام کے استقبال کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ لوگ بہت زیادہ تعداد میں گلیوں اور سڑکوں پر جمع تھے۔

یہ بھی گئیں اور بڑی مشکل سے شہر کے دروازہ کے قریب جگہ ملی وہاں پر کئی گھنٹے منتظر رہیں۔

ان کا دل یہ کہہ رہا تھا کہ جلد از جلد امام پہنچ جائیں۔ آخر کار خوشی سے لوگوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔

کچھ لوگ خوشی کی وجہ سے گریہ کر رہے تھے۔ اور کچھ لوگ بلند آواز سے امام کو پکار رہے تھے۔

چاروں طرف سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں :

۔ اے فرزند پیغمبر ہمارا اسلام !

۔ نیشاپور کے شہر میں خوش آمدید !

۔ آپ سے پیغمبر کی خوش بو آ رہی ہے !

ریحانہ دیکھ نہیں سکتی تھی اسے والدہ نے اُٹھایا اور اوپر کیا۔ ریحانہ نے کچھ گھوڑے سوار دیکھے ' ماں اُسے ایک شخص دیکھایا۔ جبکہ ہر طرف آوازیں گونج رہی تھیں۔ اُس نے کہا : وہ امام رضا ہیں ریحانہ بیٹا وہ امام رضا ---

ہمیں یقین بھی نہیں ہو رہا تھا کہ فرزند رسول ہمارے شہر میں تشریف لائے ہیں۔--

خدایا ! ان کا چہرہ کتنا نورانی ہے !

جگہ جگہ پر پھول نچھاور کر رہے تھے !

اور ہوا بہت خوشبودار تھی !

ریحانہ کی ماں امام رضا کے بارے میں باتیں کر رہی تھی۔ ریحانہ نے خود سے کہا : شاید میں نے پہلے بھی امام رضا کو دیکھا ہے۔ ماں امام رضا کے بارے میں اتنا بتا چکی تھی کہ اس کے نگاہ واقف ہی تھے گویا وہ پہلے سے جانتی ہے۔ ریحانہ کے دل میں ذوق ایجاد ہو چکا تھا۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ باوقار انسان جس میں اتنے فضائل پائے جائیں جو کہ ان کی والدہ بیان کرتی تھی۔

امام شہر میں داخل ہوئے۔ ریحانہ اور اس کی والدہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ان کے پیچھے پیچھے جا رہی تھیں۔

سب انہیں اپنے گھر پر دعوت دے رہے تھے۔ ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ امام انکے مہمان بنیں۔

لیکن امام سب کا شکریہ ادا کر رہے تھے اور آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شہر کی گلیوں میں داخل ہوئے اور ریحانہ اور اس کی والدہ بڑے تعجب سے دیکھ رہی تھیں۔ تھوڑا سا آگے جا کر بی بی پسندہ کے گھر کے سامنے ٹھہر گئے

ریحانہ ذوق کے ساتھ فریاد بلند کی : ماں ' ماں ۔۔ امام بی بی پسندہ کے گھر آئے ہیں۔ بی بی پسندہ ہماری پڑوسن ۔۔۔

ریحانہ کی والدہ ہنس رہی تھی۔ لوگوں کے درمیان میں سے بڑے غور سے بی بی پسندہ اور امام کی طرف دیکھنے لگی۔

اور بڑے تعجب سے کہا : بڑا عجیب خواب دیکھا تھا بی بی پسندہ نے ! کتنی خوش نصیب ہے ! ایک بہت مہربان ہر دل عزیز مہمان اس کے گھر آیا ہے۔ بی بی پسندہ نے پہلے سے ہرمل تیار کیا ہوا تھا۔ وہ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے امام کے سامنے ہرمل کا دھواں دو کھا رہی تھی اور بڑے اشتیاق سے گھر کی طرف لے کے جا رہی تھی۔

لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

امام نے وہ رات بی بی پسندہ کے گھر میں گذاری۔ دوسرے دن اس کے گھر میں بادام کا پودا لگایا۔ بی بی پسندہ حیران ہو کر رہ گئی۔ اور یہی سوچ رہی تھی کہ یہ سب کچھ خواب اور خیال ہی ہے۔ اُسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ امام واقعاً اس کے گھر پر ہیں۔ وہ حضرت علی اور امام رضا کے خاندان سے محبت کرتی تھی۔

اُسے امام کو نزدیک سے دیکھنے کی تمنا تھی ' آج اس کی آرزو پوری ہو گئی۔ کچھ مدت بعد بادام کا درخت سرسبز ہو گیا اور بڑے سے بڑا ہو گیا۔ اور پھل دینا شروع کیا۔ ریحانہ پہلی فرد تھی جس نے بادام کے درخت کا پھل کھایا۔

بادام بہت مذیدار اور خوش ذائقہ تھا۔ وہ دنیا کے بہترین باداموں میں سے تھا۔ بہت سارے لوگ روزانہ بی بی پسندہ کے گھر جاتے تھے تاکہ بادام کھا سکیں۔ بی بی پسندہ بہت اچھے طرح سے ان کی خدمت کرتی تھی۔ ‘کیونکہ یہ درخت انکے بہترین مہمان کی یادگار تھی۔

بارش کے لئے نماز

امام رضا خراسان میں تھے۔ عباسی خلیفہ مامون نے امام کو مجبور کر کے مدینہ سے مرو بلایا تھا۔ اور انہیں ولی عہدی قبول کرنے کے لیے مجبور کیا ہوا تھا۔

اور کافی عرصہ سے خراسان میں بارش نہیں ہوئی تھی۔ درخت خشک اور پھول مرجھا چکے تھے، چشموں میں پانی کم ہو چکا تھا اور کنویں خشک ہو چکے تھے۔ اسی دوران امام کے دشمنوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے امام کی بدگمانی شروع کر دی۔ وہ جہاں بھی بیٹھتے تھے یہ تذکرہ کرتے تھے کہ جب سے امام نے ولی عہدی قبول کی ہے، آسمان بھی ناراض ہو گیا ہے، اور کچھ نے یہ بھی کہا: خدا کرے کوئی دوسری بلا نازل نہ ہو۔ ابھی تو پہلا قدم ہے!

یہ خبر پورے علاقہ میں پھیل گئی اور آہستہ آہستہ مامون تک پہنچ گئی۔

مامون نے فکر کرنے کے بعد کہا: میں تو ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ وہ خود اپنی مشکل کو دور کرے۔

اس کے بعد مامون نے امام کو اپنے پاس بلایا۔ مامون نے امام کو دیکھتے ہوئے کہا: ہم بہت بڑی مشکل کا شکار ہیں آپ کو تو معلوم ہے، بڑی عجیب خشک سالی ہو گئی ہے، اور لوگ بہت ناراض و غصہ ہیں۔ بہتر یہی ہے کی جتنا جلدی ہو سکے بارش کی نماز پڑھیں۔

امام نے قبول کر لیا اور فرمایا: میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اور انہیں گذشتہ رات کا خواب یاد آ گیا۔ انہوں نے پیغمبر ﷺ اور امیر المومنین کو خواب میں دیکھا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ پیغمبر ﷺ نے امام رضا کی طرف دیکھا اور فرمایا: بیٹا پیر کے دن تک صبر کرو! اس کے بعد صحرا جا کر خدا سے بارش طلب کرو، نماز پڑھو اور دعا کرو وہ بارش بھیج دے۔ تاکہ وہ مردہ اور خشک زمین کو سیراب کرے، خداوند مہربان تمہاری دعا قبول کرے گا۔ پیغمبر ﷺ نے یہ فرمایا، اور وہ نیند سے بیدار ہو گئے۔

پیغمبر ﷺ اور امیر المومنین کو خواب میں دیکھنے سے خوش تھے۔ان کا دل چاہ رہا تھا کہ خواب طولانی ہو جائے۔ سحر کا وقت قریب تھا۔ نیند سے بیدار ہوئے اور وضو کیا۔ابھی صبح کی نماز کا وقت نہیں ہوا تھا۔ کچھ دیر بیٹھ کر خدا سے راز و نیاز کرنے میں مصروف رہے۔ جو نہی اذان کی آواز سنی مسجد کی طرف روانہ ہوگئے۔ اُس دن امام بہت خوش تھے۔ اور انہیں پتہ تھا کہ یہ خشک سالی جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ درخت دوبارہ سر سبز ہو جائیں گے اور لوگ خشک سالی اور پانی کی قلّت سے آزاد ہو جائیں گے۔امام گہری فکر میں تھے اور خواب کے بارے میں سوچ رہے تھے

مامون نے دوبارہ کہا: کس وقت؟ وقت مقرر نہیں کرو گے؟

امام مسکرائے اور فرمایا: کیوں۔۔۔وقت مشخص ہے۔ پیر! پیر کے دن نماز پڑھوں گا۔

مامون نے قبول کر لیا اور چپ رہا۔

خلیفہ کے سپاہی گلیوں اور سڑکوں پر گئے۔ اور لوگوں سے کہا کہ امام پیر کے دن شہر سے باہر جائیں گے اور بارش کی نماز پڑھیں گے۔ جو بھی امام کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ تیار رہے۔اور رسم یہی تھی کہ بارش کی نماز صحرا میں پڑھی جاتی تھی۔ امام کے دشمن ہنستے بھی تھے اور کہتے تھے: یہ کونسی بات ہے! آج تک بارش نہیں آئی ابھی اس کی دعا سے بارش برسے گی! وہ دلی طور پر بہت ناراض تھے' بارش نہیں آنی چاہیے۔

امام کے دوستوں نے ان لوگوں کی باتیں سن رکھی تھیں۔ وہ بھی ان کے جواب میں کہتے تھے کہ بارش کا نہ برسنا کسی چیز کی دلیل نہیں۔ گذشتہ سالوں میں بھی خشک سالی تھی۔امام تو اپنے ساتھ خیر و برکت لے کر آئے ہیں۔

ابھی بارش کی نماز پڑھنے سے سب کچھ ظاہر ہو جائے گا۔ پیغمبر کی اولاد ہیں خدا ان کی دعا قبول کرے گا۔ باتیں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ پیر کا دن بھی آ پہنچا۔ صبح سویرے امام گھر سے باہر آئے۔

بہت سارے لوگ آپ کے گھر کے سامنے جمع ہو گئے تھے۔ وہ عرصہ دراز سے انتظار کر رہے تھے۔ امام قدم جماتے ہوئے شہر سے باہر روانہ ہوئے اور لوگ امام کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ اتنے چلے کہ ایک بہت بڑے صاف صحرا میں پہنچے۔ امام وہاں پر روک گئے۔ لوگ صفیں بنا کر امام کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ خشکی اور جڑی بوٹیاں تھیں۔ امام نے بلند آواز میں فرمایا:

اے پروردگار! یہ لوگ تیرے فرمان پر ایمان لائے ہیں۔ اور تیری رحمت اور نعمت کے امیدوار ہیں۔

ان پر بارش نازل فرما اور انہیں خوش کر دے۔ ہر طرف سے لوگوں کی اللہ اکبر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

خشک صحرا میں اللہ اکبر کی بارش ہو چکی تھی۔ امام نماز کے لیے کھڑے ہوئے امام کے دشمن پھر بھی باتیں کر رہے تھے کہ مگر بغیر بادل کے آسمان سے بارش ہو گی؟ اس دعا کا کوئی فائدہ نہیں۔

صحرا پر خاموشی طاری ہو چکی تھی۔ سب امام کی اقتداء میں بارش کی نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے نماز ختم کی اور دوبارہ دعا مانگی۔ اور سب لوگ امام کے ساتھ ہم صدا ہوئے۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے تھے اور خدا سے بارش طلب کر رہے تھے۔

خداوند بزرگ اور مہربان نے امام کی دعا کو قبول کر لیا۔ جلد ہی بارش کا ماحول بن گیا۔ کافی گھنٹے بارش برسی۔ چشمے پانی سے بھر گئے پھول اور درخت شاداب ہو گئے۔ امام اور امام کے دوست خوش تھے، لیکن امام کے دشمن غمگیں اور ناراض تھے۔ جونہی وقت گذر رہا تھا لوگ امام کے گرویدہ ہو رہے تھے۔

وہ بات جو پیغمبر ﷺ نے خواب میں امام کو بتائی تھی، حقیقت بن گئی۔

یادگار قمیض

ریان امام رضا کے دوستوں میں سے ایک دوست تھا۔ کافی مدت سے امام مدینہ سے خراسان کی طرف آنے کے لیے مجبور تھے۔ اور ریان نے بھی مرو جانے کا ارادہ کر لیا۔ امام سے ملاقات بھی ہو جائے گی اور مدینہ کے بارے میں بھی بتائے گا۔ ریان کے پاس پیسے بھی کم تھے۔ لیکن اتنی ساری مشکلات کے باوجود وہ امام کی زیارت کے لیے مرو پہنچا۔ وہ کچھ مدت مرو میں امام کی خدمت میں رہا۔ لیکن اُس کے جانے کا وقت بھی قریب آ رہا تھا۔

اُسے مدینہ واپس جانا ہی تھا کیونکہ اُس کا کاروبار مدینہ میں ہی تھا۔ اُس کے بچے اور اہلیہ اس کے انتظار میں تھے

لیکن امام سے دور ہونے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

اس کی تمنا یہ تھی کہ یہ دن کبھی کم نہ ہوں۔ مدینہ آنے سے ایک دن پہلے وہ خراسان کے بازار گیا۔ بازار کو دیکھنے لگا۔ مرو کی دوکانوں پر خوبصورت چیزیں موجود تھیں۔ ریان نے خود سے کہا: کاش میں یہ خوبصورت کپڑا اپنی بیوی کے لئے خرید سکتا۔ ایک گرم کوٹ پر نگاہ پڑی اسے اپنے بیٹے کی یاد آئی اور آہ بھری۔ اس کا گھر والوں کے لئے تحائف خریدنے کو جی چاہ رہا تھا لیکن اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔

اُس نے پیسوں کا حساب لگایا تو بڑی مشکل سے مدینہ پہنچ سکتا تھا۔ بازار سے نکلنے کے بعد ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا۔ لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ اچانک ہنسا اور خوش ہو کر اپنے آپ سے کہا:

یہ پہلے کیوں نہیں سوچا کہ امام کی قمیض کو تحفہ کے طور پر اپنے ساتھ کیوں نہ لے جائے اس سے اور کیا بہتر ہو سکتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے گھر والے اسے دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔ ریان نے آرام سے تکیہ لگا کر کہا: مجھے یاد رہے 'امام سے رخصت ہونے کے وقت امام سے عرض کرونگا' اپنی قمیض دیدے۔ کتنی قیمتی اور باارزش! معطر اور خوشبودار یادگار۔

یہ فکر کرتے ہوئے بازار میں گھومنے کے بعد گھر واپس آگیا۔ اُس رات دیر تک بیدار رہا۔ جتنی بھی کوشش کی نیند نہیں آئی۔ امام سے دور ہونا بہت سخت تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ دن بعد کئی کلومیٹر امام سے دور ہو جائے گا' آنسو جاری ہوگئے اور اُسے امام کا وہ وقت یاد آگیا جب مدینہ میں زندگی کرتے تھے۔ جب بھی جی چاہے ان کے پاس جائے بات کرے بیٹھے۔ خود سے کہا: کوئی کیا جانے؟ شاید امام کی زیارت آخری زیارت ہو!

مدینہ سے مرو سفر بہت زیادہ ہے' شاید دوبارہ یہاں نہ آسکوں!

اور اس کے بعد خود کو تسلی دی: خدا بزرگ و بالا ہے! انشاء اللہ دوبارہ زیارت ہوگی۔ زندگی میں ہزاروں موڑ ہیں

ریان صبح سویرے مسجد گیا نماز پڑھی۔ اس کے بعد جانے کی تیاری کرنے لگا۔ امام جلدی سے آئے اسے گلے سے لگایا اور اس کے لئے دعا کی۔ ریان سے صبر نہ ہو سکا اور وہ بلند آواز سے رونے لگا۔ اس نے خود کو کنٹرول کیا کہ جاتے وقت رونا نہیں' لیکن نہ ہو سکا۔ اتنا زیادہ گریہ کیا کہ بات نہ کر سکا۔ اتنا غمگین تھا کہ جاتے وقت اسے امام سے ٗقمیض مانگنا بھول گئی۔

ریان امام سے خدا حافظی کرنے کے بعد روانہ ہو گیا۔

ابھی چند قدم ہی گیا تھا کہ امام نے آواز دی اور فرمایا: میرے پیارے دوست! تمہارا دل چاہتا ہے کہ ایک قمیض تمہیں دے دوں؟

ریان نے تعجب کیا! اس بارے میں اس نے امام سے بات تک نہیں کی! اور کسی سے ذکر بھی نہیں کیا تھا' ریان حیران تھا اور کچھ کہہ نہ سکا۔

امام نے دوبارہ فرمایا: اچھا ہے کہ تمہیں کچھ درہم بھی دے دوں۔ میری طرف سے اپنے گھر والوں کے لئے تحائف خرید لو۔ امام یہ فرما کر گھر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک قمیض اور چند سکے لے کر آئے اور وہ ریان کو دے دیے۔

ریان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح امام کا شکریہ ادا کرے۔ امام کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور روانہ ہو گیا۔

وہ اسی سوچ کا شکار تھا کہ امام کس طرح اس کے دل کی باتوں سے آگاہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد موڑ کر امام کی طرف دیکھا تو امام دروازے پر کھڑے ہوئے تھے اور ہاتھوں سے خداحافظی کر رہے تھے۔

وہ یہی آرزو کر رہا تھا کہ اس کا امام کے ساتھ آخری دیدار نہ ہو۔

مدینہ کے مسافر

لوگوں نے تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا :

کیا ہوا ؟ کہ امام ہمیں قبول نہیں کر رہے ؟

ان میں سے ایک نے کہا : معلوم نہیں لیکن میرا دل چاہ رہا ہے کہ امام سے ملاقات کروں اور ان سے بات کروں۔

ان کے لیے میرا دل بہت اداس ہو چکا ہے۔

دوسرے نے کہا : اتنا طولانی سفر طے کر کے مرو پہنچے ہیں۔ ابھی امام کے دیکھے بغیر واپس جائیں ؟ ممکن نہیں !

یہ بڑی عجیب بات ہے ! امام کے گھر کے دروازے ہمیشہ سب کے لیے کھلے تھے۔

تیسرے نے کہا : اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ زبردستی اندر نہیں جا سکتے ابھی چلتے ہیں دوبارہ واپس آ جائیں گے۔ شاید دوسری مرتبہ قبول کر لیں۔

دوسرے دن دوبارہ امام کے گھر گئے۔

امام کے غلام نے دروازہ کھولا اور کہا : امام تم سے ملاقات نہیں کر سکتے۔

انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ تعجب کیا۔ مدینہ سے مرو آئے ہوئے ایک ماہ گذر چکا تھا۔

وہ امام کی زیارت کے لئے ترس رہے تھے اور ان کا دل چاہ رہا تھا کہ واپس چلے جائیں۔ اور سب لوگوں سے کہیں کہ انہوں نے امام سے ملاقات کی ہے۔ اور ان سے گفتگو بھی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی امام ملاقات کی اجازت نہیں دے رہے۔ وہ ناراض بھی تھے اور تعجب بھی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا : جب تک مجھے یہ پتہ نہ چلے کہ امام ہم سے ملاقات کیوں نہیں کرنا چاہتے میں یہاں سے نہیں جاؤنگا۔

کوئی وجہ ضرور ہے کہ امام ہم سے ناراض ہیں۔ وگرنہ ہمارا یہ اصرار کرنا بے فائدہ نہ ہوتا۔

دوسرے نے کہا: بلکل یہی بات ہے کیونکہ امام کبھی بھی بغیر دلیل کے کوئی کام انجام نہیں دیتے ۔ اس کام کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔ دوسرے دن پھر وہ امام کے گھر گئے۔ اس مرتبہ بھی غلام نے یہی کہا کہ امام ان سے ملنا نہیں چاہتے۔

انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کریں۔ ان میں سے جو سب سے بڑا تھا وہ آگے بڑھا اور امام کے غلام سے کہا: جیسا کہ تم جانتے ہو کہ ہم بہت سفر کر کے آئے ہیں۔ امام سے جا کے کہو کہ جب تک ہم امام سے ملاقات نہیں کریں گے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ اگر امام سے ملاقات کیے بغیر واپس جائیں گے تو لوگوں کے سامنے بہت شرمندہ ہونگے اور ہم عزت چلی جائے گی۔ امام سے ہمارے لیے ملاقات کا ٹائم لے لو، وگرنہ ہم دروازہ پر بیٹھ جائیں گے۔

غلام چلا گیا اور ان کا پیغام جا کر امام تک پہنچایا۔

اس مرتبہ امام نے اجازت دے دی۔ ان سے کہو اندر آجائیں۔ جس وقت غلام نے یہ بتایا تو وہ خوشی سے ایک دوسرے کو گلے لگانے لگے اور ہنس رہے تھے۔ اس کے بعد جلدی سے گھر میں داخل ہوئے۔

غلام انہیں امام کے پاس لے گیا۔ سب نے سلام کیا اور آگے جا کر امام کے پاس بیٹھ گئے۔ لیکن امام کا ان کے ساتھ ملنا ہمیشہ کی طرح نہیں تھا، ان سے بے توجہ سے ملاقات کی۔ اور لگتا ایسا تھا کہ امام ان سے ناراض ہیں۔

ان میں سے ایک نے کہا: اے فرزند رسول کیا ہوا؟ ہمیں بتائیں۔ ہم سے کونسی خطا ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے آپ اس طرح پیش آرہے ہیں؟

امام نے انکے جواب میں قرآن کی آیت کی تلاوت کی : اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے، یہ اُس کی وجہ ہے جو تم نے خود انجام دیا ہے۔ اور خداوند تمہارے بہت سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

انہوں نے تعجب کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھااور کہا :

ہم نے کونسا کام انجام دیا ہے۔آپ کو خدا کا واسطہ جلد بتائیں !

امام نے فرمایا : میں نے اسلئے تمہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ تمہارے قول اور فعل میں تضاد ہے۔

کہتے ہو کہ ہم مسلمان اور امیر المومنین کے پیروکار ہیں ' لیکن یہ سب جھوٹ ہے۔حضرت علی کے واقعی طرفدار امام حسن اور امام حسین اور سلمان اور ابوذر تھے ' جو حضرت کے دستور کے مطابق عمل کرتے تھے۔

تم کہتے ہو کہ ہم علی سے محبت کرتے ہیں؛ لیکن بہت سارے کاموں میں حضرت کی مخالفت کرتے ہو۔

حق کی رعایت نہیں کرتے ہو۔کیوں کہتے ہو کہ ہم علی کے طرفدار ہیں ؟

سب خاموش تھے۔ سر جھکائے ہوئے تھے۔جو کام انجام دیا تھا اُس کے بارے میں فکر کر رہے تھے۔

امام نے صحیح فرمایا۔ان کے قول اور فعل میں فرق تھا یعنی قول اور فعل ایک نہیں تھا۔ وہ خود بھی اس سے آگاہ تھے کہ ان کے کہنے اور کرنے میں فرق ہے۔کچھ ٹائم خاموشی میں گذرا۔

آخر کار ان میں سے ایک نے کہا :

اے فرزند علی ! ہم ابھی ابھی توبہ کرتے ہیں۔اس کے بعد فقط زبان سے نہیں کہیں گے بلکہ عمل بھی کریں گے کہ ہم علی کو دوست رکھنے والے ہیں۔ ہم طرز زندگی اور عمل سے ثابت کریں گے کہ ہم ان کے ماننے والے ہیں۔ اور وعدہ کر رہے ہیں کہ جو کچھ ہوا اس کی کمی پوری کریں گے۔

وہاں پر ہی سب نے دعا کی کہ خداوندا انہیں بخش دے اور ایک موقع اور عطا کردے۔ جب امام نے دیکھا کہ یہ سب لوگ اپنے کیے ہوئے پر افسوس کررہے ہیں اور توبہ بھی کی ہے، حضرت مسکرائے اور مہر و محبت سے فرمایا: آج کے بعد تم میرے بھائی اور دوست ہو۔

اس کے بعد اپنے غلام سے کہا کہ ان کی خدمت کرے۔

انہوں خوش ہو کر امام سے گفتگو کی اور اپنے درد دل بیان کیے۔